نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مسئلہ الولاءوالبراءاور عصر حاضر کی انتہاپسندی

مصنف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فضیلۃالشیخ حاتم بن عارف ناصر بن الشریف حفظہ اللہ

ترجمہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الشیخ اسامہ حماد حفظہ اللہ

ناشر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ **ادارہ رد فتن**

فتنہ تکفیراور دیگراہم موضوعات پر قرآن وسنت کی روشنی میں تیار کیا گیا

ادارہ رد فتن

کالٹریچر مفت حاصل کرنے کے لیے

alfitan12@gmail.com www.alfitan.com

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علیٰ إمام الأنبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ وأصحابہ أجمعین ومن تبعھم إلی یوم الدین امابعد!

اُمت مسلمہ اپنی تاریخ کے جدیداور مشکل ترین مرحلے میں اپنی بقاءاور دفاع کی جنگ لڑ رہی ہے۔ اُمت اس وقت ایک چوراہے پر کھڑی ہے وہ اپنے علماء، مفکرین اور فیصلہ سازوں کے تعاون کی محتاج ہے تاکہ وہ اس کے ماضی کی تصحیح، حاضر کی اصلاح اور مستقبل کو روشن کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں۔اس سخت مرحلے میں اُمت اور اس کے عقائد سخت دباؤ کا سامنا کر رہے ہیں اگر تائید ربّانی اور قوّت دین نہ ہوتی تو یہ دباؤ شائد اسے اسکی جڑوں سے ہی اکھاڑ پھینکتا۔

اُمت کے جو عقائد اس وقت اعداءِ اسلام کے تیروں کا نشانہ بنے ہوئے ہیں ان میں سے عقیدہ ''الولاء والبراء'' بھی ہے ان اعداء کے پیچھے بعض مرعوب و مغلوب ذہن کے لوگ بھی شامل ہوگئے اور ان کے پیچھے کئی غالی و متشدد اور متساہل و مداہنت پسند بھی دفاع میں چلے گئے ہیں۔

یہ معاملہ اس وقت زیادہ خطرناک ہو جاتا ہے جب بعض غالی و انتہا پسند مسلمان، اس عقیدے میں اِفراط و تفریط میں غلو اختیار کر جاتے ہیں اس وجہ سے یہ عقیدہ ''الولاء

والبراء" طعن و تشنیع کا ہدف بن جاتا ہے اور اس کے بارے میں نازیبا و ناروا الزامات لگائے جاتے ہیں۔

میں نہیں سمجھتا کہ اس ساری دشمنی کا سبب یہ ہے کہ أعداء اسلام اس عقیدے کی اسلام میں حقیقت کو نہیں جانتے، بلکہ وہ جانتے ہیں کہ اس عقیدہ کا اسلام میں مقام و مرتبہ اور اہمیت کیا ہے؟ وہ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ یہ اسلام کا مضبوط قلعہ ہے جو اسے تباہی سے بچاتا ہے اور مسلمانوں کی عزت کا وہ ستون ہے جو اسے دوسرے غیر اسلامی معاشروں میں گھل کر، یا حل ہو کر، مٹ جانے سے محفوظ رکھتا ہے جو معاشرے دین اللہ کے مخالف شرائع و تقالید کے پیروکار ہیں پس انہوں نے اس عقیدے پر فیصلہ کن اور مؤثر حملے کا موقع غنیمت جان لیا کہ اس کو مسلمانوں کی زندگی اور معاشرے سے نکال پھینکا جاسکے۔

اس وقت ہم ایک خوفناک دشمن کا سامنا کر رہے ہیں جو پوری سنجیدگی اور عزائم کے ساتھ ہم پر حملہ آور ہیں، ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس عقیدے کی اہمیت کو پہچانیں، ہمیں یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ ہمارے پاس صرف محدود وقت ہے، آج ہے کل نہیں اور ہم جڑ سے اکھاڑنے والی حقیقی جنگ کا سامنا کر رہے ہیں۔

مضمون میں عقیدہ" الولاء والبراء" کی حقیقت اور اسلام میں اس کا مقام و حیثیت بیان کی گئی ہے، اسلام کی اعتدال پسندی، مہربانی اور رواداری سے اس کا کوئی معارضہ (ٹکراؤ) نہیں ہے یہ عقیدہ افراط و تفریط کے غلو سے بالکل پاک، لاتعلق و بیزار ہے اس موضوع میں پانچ عنوانات کے تحت بات کی گئی ہے۔

1- الولاء والبراء کے دلائل

2- الولاء والبراء کی حقیقت

3- اساس ایمان سے اس کا تعلق

4- اسلامی رواداری کے ساتھ اسکی موافقت

5- اس عقیدے میں غلو وانتہا پسندی کے مظاہر اور اس کا ان مظاہر سے بری الذمہ ہونا

آخر میں بعض ضروری نتائج اور نصائح ذکر کیے گئے ہیں۔

اس میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ کتاب وسنت سے ثابت شدہ دلائل ہی ذکر کیے جائیں، اس میں مختلف مدارس ومسالک کے علماء کے اقوال بھی بیان کیے گئے ہیں تاکہ کسی خاص مسلک یا عقیدے کے لوگوں پر الزام نہ لگایا جاسکے، حالانکہ کسی اہل علم سے یہ پوشیدہ نہیں کہ تمام اہلِ قبلہ اس عقیدے پر متفق ہیں بلکہ کسی بھی دین اور مذہب کے پیروکار اس سے لاتعلق نہیں ہو سکتے۔

اللہ سے دعا ہے کہ مقاصد کو درست کردے، اعمال کو قبول فرمالے، ان کا اجر بڑھا دے اور ان اعمال کا اچھا پھل دنیا وآخرت میں ہمارے نصیب میں کردے۔ آمین!

پہلی بحث

الولاءوالبراء کی حقیقت:

لغوی تعریف:

الولاء: الولی سے ہے اس کا لغوی معنی ہے قریب ہونا اور یہی وہ اصل چیز ہے جس کی طرف اس مادے سے مشتق ہونے والے سب الفاظ کے معنی لوٹتے ہیں۔

البراء: اس کے دو مادے ہیں،

1 برِئَ جس کا معنی ہے دور ہونا، الگ ہونا، علیحدگی اختیار کرنا

2 برَأَ: جس کا معنی ہے پیدا کرنا اور اسی سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام ہے (الباریٔ) یعنی پیدا کرنے والا۔

اصطلاحی تعریف:

قرآن وسنت کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ عقیدہ الولاءوالبراء حد بندی کے ساتھ دو معنی رکھتا ہے وہ یہ ہیں:

ا۔ الولاء میں محبت اور مدد کرنا اور البراء میں ان دونوں کے بر عکس بغض اور دشمنی رکھنا، کا مفہوم پایا جاتا ہے، اور ان دونوں کے معنی لغوی لحاظ سے کسی پر پوشیدہ نہیں (جیسا کہ ان کا بیان گزر چکا ہے)

ب۔ الولاء شرعی اعتبار سے یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، دین اسلام اوراس کے پیروکار یعنی مسلمانوں سے محبت کرنااور اللہ تعالی، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، دین اسلام اوراس کے پیروکار یعنی مسلمانوں کی مدد کرنا، ان سے تعاون کرنا۔

اورالبراء یہ ہے کہ طاغوت سے بغض رکھنا یعنی جس کی اللہ تبارک وتعالی کے سوا عبادت کی جائے اور وہ اس پر راضی ہو، مادی بتوں سے یا معنوی بتوں سے، جیسا کہ خواہشات اور آراء ہیں اور کفر سے (یعنی تمام ادیان باطلہ) اوراس کے پیروکار یعنی کافروں سے بغض اور دشمنی رکھنا۔

اس کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ جان لینا چاہیے کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ الولاءوالبراء کے دورکن ہیں یعنی الولاء میں محبت اور مدد کرنا اسی طرح البراء میں بغض اور دشمنی رکھنا تو ہم یہاں مدد کرنے اور دشمنی رکھنے سے قلبی نصرۃ اور قلبی عداوۃ (دشمنی) مراد لیتے ہیں۔ یعنی اسلام اور اہل اسلام کی مدد کرنے کی تمنا اور دلی خواہش رکھنا اور اسی طرح کفر اور اہل کفر کو شکست دینے کی دلی خواہش رکھنا۔ رہی بات عملی نصرۃ اور عملی عداوۃ کی، تو یہ دونوں چیزیں اسی عقیدے کا عملی نتیجہ ہیں لازمی طور پر اس کا اعضاء سے ظہور ہوگا۔ جیسا کہ گزر چکا ہے۔

دوسری بحث

الولاءوالبراءکے دلائل:

عقیدہ الولاءوالبراء یقینی عقیدہ ہے اس میں کسی قسم کا شک ممکن نہیں کیونکہ اس کا بندے کے ایمان کی بنیاد سے بہت گہرا تعلق ہے اسی وجہ سے اس کے دلائل اتنے زیادہ ہیں کہ گنتی سے باہر ہیں خاص طور پر جب ہم منطوق اور مفہوم میں سے ہر چیز کو جو اس عقیدہ پر دلالت کرتی ہے ،اس کے دلائل میں شامل کر لیتے ہیں اسی لیے اس عقیدہ کے اثبات میں کتاب وسنت اور اجماع سے بہت زیادہ دلائل نے ایک دوسرے کو تقویت پہنچائی ہے۔سو میں یہاں ان دلائل کے سمندر سے ایک ہی قطرہ ذکر کرنے پر اکتفاء کرتا ہوں۔

کتاب عزیز سے دلائل

الولاء کے بارے:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُه وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿55﴾ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿56﴾[1]

"تمہارے دوست تو صرف اللہ اور اس کا رسول ﷺ اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے، وہ جو نماز قائم کرتے ہیں، اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ جھکنے والے ہیں۔ اور جو کوئی اللہ کو اور اس کے رسول ﷺ کو اور ان لوگوں کو دوست بنائے جو ایمان لائے ہیں تو یقیناً اللہ کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو غالب ہیں۔"

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْض يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه اُولٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿71﴾[2]

"اور مومن مرد اور مومن عورتیں، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں، اور

---

[1] (المائدۃ:55-56)

[2] (التوبۃ:71)

زکوۃ دیتے ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ ضرور رحم کرے گا، بے شک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے"

ابن جریرؒ نے کہا:

مومن مرد اور مومن عورتیں ہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کی کتاب کی تصدیق کرنے والے ہیں پس ان کا وصف یہ ہے کہ ان کا بعض اپنے بعض کا مددگار اور معاون ہوتا ہے

البراء کے بارے میں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَه وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿28﴾[1]

"ایمان والے، مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بنائیں اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں مگر یہ کہ تم ان سے بچو، کسی طرح سے بچنا اور اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے"

ابن جریرؒ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا:

[1] (آل عمران :28)

﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْن وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَه وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿28﴾[1]

اس کا معنی یہ ہے کہ [2]اے مومنو! تم کفار کو پشتیبان اور مددگار نہ سمجھو، تم ان کو دوست بناتے ہو ان کے دین پر اور تم مؤمنین کو چھوڑ کر ان کی مدد کرتے ہو مسلمانوں کے خلاف اور ان کو ان کے راز بتاتے ہو یقیناً جس نے بھی یہ کام کیا ''پس وہ اللہ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں''

وہ اس سے یہ مراد لیتے تھے کہ یہ شخص اللہ سے لاتعلق ہے اور اللہ تعالیٰ اس شخص سے بیزار اور لاتعلق ہیں کیونکہ وہ اپنے دین (اسلام) سے مرتد اور کفر میں داخل ہو چکا ہے۔

﴿اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ﴿28﴾ 3

''مگر یہ کہ تم ان سے بچو، کسی طرح سے بچنا''

یعنی اگر تم ان کی حکومت میں ہو، تم اپنی جانوں پر ان سے ڈرتے بھی ہو اس حالت میں تم ان سے ظاہری دوستی کر سکتے ہو اور دل میں ان کے کفر کی وجہ سے دشمنی کو چھپائے

---

[1] (آل عمران :28)

[2] (آل عمران :28)

[3] (آل عمران :28)

رکھو اور ان کے کفر پر ہوتے ہوئے ان کی حمایت نہ کرنا اور نہ ہی کسی بھی طرح کسی بھی مسلمان کے خلاف ان کا تعاون کرنا۔[1]

اس مسئلے میں دلائل بہت زیادہ ہیں یہ دلائل عنقریب آنے والی بحث میں پیش کریں گے انشاءاللہ۔

سنت کے دلائل

الولاءکے بارے میں :

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

[عن نعمان ابن بشیر رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال : مثل المؤمنین فی توادّهم وتراحمهم وتعاطفهم مثل الجسد، إذا اشتكىٰ منه عضو، تداعی له سائر الجسد بالسهر والحمّی][2]

نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مؤمنوں کی باہمی محبت، ایک دوسرے پر مہربانی اور باہمی ہمدردی کی مثال ایک جسم کی طرح ہے جب اس کے ایک عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو سارا جسم اسکے لئے ساری رات جاگتا اور بخار میں رہتا ہے۔''

---

[1] (تفسیر طبری :3155،اورزمخشری''کشاف '' :1831)

[2] (بخاری الادب:5665،مسلم:2876)

[وعن ابی موسی الاشعری رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: المؤمن للمؤمن كالبنيان يشدّ بعضه بعضاً و شبك بين اصابعه] [1]

ابوموسی الاشعری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مؤمن، مؤمن کے لیے ایک عمارت کی حیثیت رکھتا ہے کہ اس کا بعض، بعض کو مضبوط کرتا ہے۔ اور اپنی انگلیوں کے درمیان تشبیک دی۔"

[وعن ابن عمر رضی الله تعالى عنهما أن رسول الله ﷺ قال:المسلم أخو المسلم :لا يظلمه ،ولايسلمه ۔۔الخ]

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی وہ اس کو اکیلا چھوڑتا ہے۔"[2]

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

[وعن ابی هريرة رضی الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : والذی نفسی بيده، لاتدخلون الجنة حتىٰ تؤمنوا، ولاتؤمنوا حتىٰ تحابّوا، أولاأدلكم على شيءٍ إذا فعلتموه تحاببتم؟ أفشوا السلام بينكم] [3]

---

[1] ۔ (بخاری :6446،مسلم:2585)

[2] ۔ (بخاری :2442-6951،مسلم:2580)

[3] ۔ (مسلم:54،ترمذی:2688)

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ تم مؤمن بن جاؤ اور تم اس وقت تک مؤمن نہیں بن سکتے حتیٰ کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو، کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ تم اسے کرو تو آپس میں محبت کرنے لگو (فرمایا) آپس میں سلام کو عام کرو۔''

البراء کے بارے میں:

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

جب جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس اسلام پر بیعت کرنے کے لئے آئے، تو جریر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ مجھ پر شرط لگائیے، آپ ﷺ نے فرمایا:

[أبايعك على أن تعبد الله ولا تشرك به شيئاً، وتقيم الصلاة، و تؤ تی الزکوٰة، وتنصح المسلم، وتفارق المشرك (وفی رواية: وتبرأ من الكافر)] [1]

''میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اللہ کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائے، تو نماز قائم کرے،

[1]۔ (مسند احمد ،رقم 19163، 19162، 19153)

زکوۃ ادا کرے، مسلمان کے لئے خیر خواہی کرے اور مشرکوں کا ساتھ چھوڑ دے"(اور ایک حدیث میں ہے: "اور کافر سے بری اور لا تعلق ہو رہے")

اجماع سے الولاء والبراء کے استدلالات:۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یہ معاملہ کتاب و سنت میں بالکل واضح ہے اس کے قطعی حکم ہونے پر اجماع ہے کیونکہ اس کے لئے قطعی ثبوت اور دلائل موجود ہیں۔ دلائل کے متحد اور مسلسل وارد ہونے کے ساتھ یہ دین کے ان امور سے جانا گیا ہے جن کا جاننا بہت ضروری ہے۔ اور اسی وجہ سے ہم کسی عالم کی طرف سے اس اجماع پر کسی دلیل کے محتاج نہیں بلکہ صرف یہی کافی ہے کہ ہم اس کے دلائل، حقائق اور ایمان کی بنیاد سے اس کا تعلق بیان کر دیں تاکہ ہم یقین کر لیں کہ الولاء والبراء پر کل امت کا اجماع ہے، اس کے ساتھ اجماع کو بھی نقل کیا گیا ہے۔

امام ابن حزمؒ (المحلیٰ) میں فرماتے ہیں:

اور صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول:

﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّه مِنْهُمْ﴿51﴾﴾[1]

"اور جس نے بھی تم میں سے ان سے دوستی لگائی تو وہ انہی میں سے ہے"

یہ اس بات میں بالکل صریح ہے کہ جس نے یہ کام کیا وہ ان سب کافروں میں سے ایک کافر ہے یہ بات سچ ہے مسلمانوں میں سے کسی دو کا بھی اس مسئلے میں اختلاف نہیں۔[1]

---

[1]۔ (المائدۃ :51)

اور ہم اس اجماع کی صحت میں کیسے شک کر سکتے ہیں حالانکہ ام القرآن میں ہے کہ :

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿6﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ٩ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّا لِّيْنَ﴿7﴾[2]

ہمیں سیدھے رستے پر چلا۔ ان لوگوں کے رستے پر، جن پر تو نے انعام کیا، جن پر نہ غضب کیا گیا اور نہ وہ گمراہ ہوئے۔

مفسرین نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ ﴿**المغضوب علی ھم** ﴾ سے مراد یہود اور ﴿**الضالین**﴾ سے مراد نصاریٰ ہیں۔

1۔ (محلیٰ ابن حزم :11 138)

2۔ (الفاتحة:6-7)

تیسری بحث

ایمان کی اصل (بنیاد) سے اس کا تعلق:

جب اسلام اللہ کا دین ہے، باقی سب ادیان باطل ہیں، اسلام ہی ایسا دین ہے جس کے احکامات دنیاوی اور اخروی دونوں زندگیوں کے تمام معاملات اور حوائج کو گھیرے ہوئے ہیں۔ اور مسلمان اسی سے اپنے دلی عقائد، اقوال اور افعال میں فیصلہ چاہتا ہے اور یہی اسلام اس کے انفرادی واجتماعی، مسلمانوں کے ساتھ یا غیر مسلم کے ساتھ تعلقات کی جہت مقرر کرتا اور حد بندی کرتا ہے تو یہ بات لازمی ہے کہ اسلام میں الولاء والبراء کے لئے بہت بڑا مقام ہو بلکہ وہ ایسی جگہ ہونی چاہیے جو ایمان کی بنیادوں سے جڑی ہوئی ہو۔ سو الولاء والبراء کے بغیر ایمان کا باقی رہنا ممکن نہیں۔ عقیدہ الولاء والبراء کا ختم ہو جانا ایسے ہی ہے جیسے کہ ایمان سرے سے ہی ختم ہو گیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَاءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿81﴾ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ

قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿82﴾[1]

"اور اگر وہ اللہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور اس پر ایمان رکھتے ہوتے جو اس کی طرف نازل کیا گیا ہے تو انہیں دوست نہ بناتے اور لیکن ان میں سے بہت سے نافرمان ہیں۔ یقیناتو ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہیں، سب لوگوں سے زیادہ سخت عداوت رکھنے والے یہود کو اور ان لوگوں کو پائے گا جنہوں نے شریک بنائے ہیں اور یقیناتو ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہیں ان میں سے دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان لوگوں کو پائے گا جنہوں نے کہا بے شک ہم نصاریٰ ہیں یہ اس لئے کہ بے شک ان میں علماء اور راہب ہیں اور اس لئے کہ بے شک وہ تکبر نہیں کرتے۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب "الایمان" میں اس آیت کے ذیل میں کہا کہ:

﴿وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَاءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿81﴾[2]

اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا شرطیہ جملہ ذکر کیا ہے کہ جو شرط کی موجودگی میں مشروط کے نہ ہونے کا تقاضیٰ کرتا ہے۔ فرمایا: "اور اگر وہ اللہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

[1] - (المائدة: 81-82)

[2] - (المائدة: 81)

اور اس پر ایمان رکھتے جو اس کی طرف نازل کیا گیا ہے تو انہیں دوست نہ بناتے“

پس اس نے اس بات پر دلالت کی کہ مذکورہ ایمان انہیں دوست بنانے پر ختم ہو جاتا ہے اور وہ اس سے دشمنی کرتا ہے۔اور ایک ہی دل میں دو چیزیں (ایمان اور کافر کو دوست بنانا) اکٹھی نہیں ہو سکتیں اور اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ جس شخص نے ان کو دوست بنالیا اس نے اللہ، نبی ﷺ اور جو اس کی طرف نازل کیا گیا ان پر ایمان کے واجبات کو پورا نہیں کیا۔ یہ بات جسے شیخ الاسلام نے بیان کیا ہے اس آیت سے بالکل واضح ہے لیکن میں اس کے لئے ائمہ کے فہم کو بیان کرنا پسند کرتا ہوں۔

لٰہذا اصل الایمان اور عقیدہ الولاء والبراء کا بہت گہرا تعلق ہے۔اللہ تعالیٰ کی کتاب میں یہ خبر ایسے مؤمن کے ایمان کی نفی کرتی ہے۔جو کافروں کے کفر کی وجہ سے ان کو پسند کرتا ہے تو یہ بھی ممکن ہے کہ واقعی اس میں کفر موجود ہو کیونکہ کبھی بھی انسان ایک دل میں دو مخالف چیزیں اکٹھی نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه وَلَوْ كَانُوْا اٰبَاءَهُمْ اَوْ اَبْنَاءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰۗىِٕكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿22﴾ [1]

''تو ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نہیں پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے خاندان والے ہوں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس نے ایمان لکھ دیا ہے اور انہیں اپنی طرف سے ایک روح کے ساتھ قوت بخشی ہے اور انہیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی یہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے یہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں یاد رکھو! یقیناً اللہ کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

[1] ۔ (المجادلة:22)

چوتھی بحث

الولاء والبراء کی اسلام کی فراخ دلی اور رواداری سے موافقت:

عقیدہ الولاء والبراء کے دلائل اور اس کے ایمان کی بنیاد سے تعلق کو بیان کرنے کے بعد یقیناً اس بات میں کوئی شک باقی نہیں رہتا کہ یہ دین اسلام کی بڑی بنیادوں میں سے ایک ہے لہٰذا ضروری ہے کہ اسے طرز اسلام کے رنگ میں رنگا جائے۔ اور وہ ہے میانہ روی، رواداری اور نرم دلی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا:

﴿وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴿107﴾﴾[1]

''اور ہم نے تو آپ کو صرف جہانوں پر رحم کرتے ہوئے بھیجا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِـعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰي عَقِبَيْهِ ﴿143﴾﴾[2]

---

[1] (الانبیاء:107)

[2] (البقرۃ:143)

''اور اسی طرح ہم نے تمہیں سب سے بہتر امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہی دینے والے بنو اور رسول ﷺ تم پر گواہی دینے والا بنے۔الخ''

اور فرمایا:

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ﴿78﴾﴾[1]

''اور اس نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔''

اور فرمایا:

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴿185﴾﴾[2]

''اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اور تمہارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں رکھتا۔''

سو پسندیدہ موازنہ اور قطعی نتیجہ یہ ہے کہ الولاء والبراء جب تک اسلام سے ہے تو وہ میانہ روی، رواداری اور نرم دلی کے ساتھ ہے۔کوئی بھی مسلمان اس میں شک نہیں کرے گا اور نہ ہی غیر مسلم، شرط یہ ہے کہ وہ عادل ہو اور انصاف کرے۔اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بیان کرنا بہت ضروری ہے کہ عقیدہ الولاء والبراء کا میانہ روی، فیاضی اور رواداری کے بنیادی اجزاء سے بالکل کوئی تعارض نہیں اور یہ بات درج ذیل نقاط سے واضح ہو رہی ہے جو زیادہ نہیں صرف الولاء والبراء اور اسلام کی فیاضی کے عدم تعارض کی مثالیں ہیں:

---

[1]۔ (الحج:78)

[2]۔ (البقرة:185)

اولاً : اصلی کافروں میں سے کسی ایک کو بھی قبول اسلام کے لئے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴿256﴾﴾[1]

دین میں کوئی زبردستی نہیں۔

ثانیاً : ذمی لوگ کسی بھی ملک میں جانے کا حق رکھتے ہیں بغیر استثناء کے جہاں بھی وہ چاہیں ،سوائے جزیرۃ العرب کے، اسلامی ممالک سے یا غیر اسلامی ممالک سے ،کسی بھی ملک میں وہ جانا چاہیں ان کے لئے رہائش ہو گی۔ حرم میں سے گزرنے کے علاوہ باقی سب پر اجماع ہے تو اس اختلاف میں بھی راجح، جائز نہ ہونا ہے (کہ یہ ذمی لوگ حرم میں سے گزر بھی نہیں سکتے)

ثالثاً : معاہدے کی پاسداری کرنا، جو ہمارے اور ان کے درمیان طے پایا ہے اگر وہ اپنے وعدے اور ذمے کو پورا کریں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿4﴾﴾[2]

---

[1] - (البقرة: 256)

[2] - (التوبة:4)

”مگر مشرکوں میں سے وہ لوگ، جن سے تم نے عہد کیا پھر انہوں نے تم سے عہد میں کچھ کمی نہیں کی اور نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی، توان کے ساتھ ان کا عہد ان کی مدت تک پورا کرو، بے شک اللہ متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے“

ابو رافعؓ سے مروی ہے (جب وہ قبطی تھے) انہوں نے کہا: مجھے قریش نے رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو میرے دل میں اسلام (کی محبت) ڈال دی گئی میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! بلاشبہ میں ان کی طرف کبھی نہیں لوٹوں گا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[إنی لاأخیس بالعهد، ولاأحبس البرد، ولكن ارجع، فإن كان فی نفسك الذی فی نفسك الآن، فارجع]

”یقیناً نہ ہی میں عہد کی خلاف ورزی کرتا ہوں اور نہ ہی قاصد کو روکتا ہوں، لیکن تو واپس لوٹ جا، اگر تیرے دل میں وہ چیز رہی جو اب ہے تو پھر واپس آجانا“

انہوں نے کہا: میں چلا گیا پھر میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور اسلام قبول کر لیا۔[1]

ابن حزمؒ ”مراتب الاجماع“ میں کہتے ہیں:

علماء نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ وفا ان عہود کی ہے جن کے جواز اور وجوب پر قرآن نے نص بیان کی ہے ان کی صفات اور نام ذکر کیے ہیں۔ اور اسی طرح سنت میں

[1] (ابو داؤد :2758، احمد :23857)

بیان کیا گیا ہے۔امت نے ان کے وجوب اور جواز پر اجماع کیا ہے پس ان کی وفا کرنا فرض ہے اور اس (عہد) کا پورا کرنا جائز ہے۔

رابعا: معاہد اور ذمی لوگوں کے خون کی حرمت، جب وہ اپنے ذمے اور عہد کو پورا کریں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

[عن عبدالله بن عمرو رضی الله عنہما عن النبی ﷺ قال: من قتل معاهداً لم يرح رائحة الجنة، وإن ريحها توجد من مسيرة أربعين عاماً]

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی معاہد کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا اگرچہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے پائی جاتی ہے۔"[1]

اور فرمایا:

[وعن عمروبن الحمق رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ : ايّما رجل أمن رجلاً على دمه ثم قتله ،فأنا من القاتل بریئ ،وإن كان المقتول كافراً]

عمرو بن حمق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے کسی بھی آدمی کو اس کے خون پر پناہ دی، پھر اسے قتل کر دیا، تو میں قاتل سے بریٔ الذمہ ہوں اگرچہ مقتول کافر ہی کیوں نہ ہو"[2]

---

[1] (البخاری :3166)

[2] (ابن ماجه الديات :2688،احمد :224/5)

خامساً : اہل الذمہ کے بارے وصیت اور ان کے مال، جان اور عزت کی حفاظت کرنا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

[إنكم ستفتحون أرضاً يذكر فيها القيراط، فاستوصوا بأهلها خيراً، فان لهم ذمةً ورحماً]

''یقیناً عنقریب تم ایسی سرزمین کو فتح کرو گے جس میں قیراط[1] ذکر کیا جاتا ہے پس تم اس کے باشندوں کو خیر و بھلائی کی وصیت کرنا، بلاشبہ ان کے لئے ذمہ اور قرابت ہے'' [2]

عمر بن خطاب ؓ نے فرمایا:

[أوصى الخليفة من بعدى بذمة الله وذمة رسولهﷺ أن يوفىّ لهم بعهدهم، وأن يقاتل من ورائهم، وأن لايكلّفوا فوق طاقتهم]

''میں اپنے بعد کے خلیفہ کو اللہ کے ذمہ اور اسکے رسول کے ذمہ کی وصیت کرتا ہوں کہ ان کے عہد کو پورا کیا جائے ان کے ورے (کی خاطر) لڑا جائے اور ان کی طاقت سے زیادہ کا ان کو مکلّف نہ بنایا جائے''[3]

---

[1]۔ قیراط: سونے کے خالص پن کو ناپنے کا معیار ہے۔ کمیت (وزن) کے پیمانے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے ہیرے، جواہرات اور قیمتی پتھروں کا وزن عام طور پر قیراط میں ناپا جاتا ہے۔

[2]۔ (مسلم فضائل صحابه :2543)

[3]۔ (البخارى :1392)

ابن حزمؒ نے اہل الذمہ کی شروط ذکر کی ہیں پھر اس اتفاق کو نقل کیا ہے کہ جب وہ یہ کرلیں "تو تحقیق ہر وہ شخص جس نے اس کو پورا کیا اس کا خون، مال، اہل اور اس پر ظلم کرنا حرام ہو گیا"[1]

سادساً: دین کا اختلاف قرابت داروں کے حقوق کو ختم نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰي اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِه عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ﴿15﴾﴾ [2]

"اور اگر وہ دونوں تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک کرے جس کا تجھے علم نہیں پس تو ان کا کہنا نہ مان اور دنیا میں ان کے ساتھ اچھے طریقے سے رہ"

اسماء بنت اَبی بکرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا:

[قدمت عليّ أُمّي، وهي مشركة، في عهد قريش إذ عاهدهم ،فاستفيت رسول الله ﷺ فقلت : يارسول الله، قدمت عليّ أمّي وهي راغبة، أفاصل أمي ؟قال : صِلِي أمّك]

"میری ماں میرے پاس آئی اور وہ قریش کے عہد میں مشرکہ تھی جب آپ ﷺ نے ان سے معاہدہ کیا، تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ

---

1. (مراتب الاجماع)
2. (اللقمان:15)

پوچھا، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ، میرے پاس میری ماں آئی ہے اور وہ مجھ سے ملنے کی خواہش مند ہے، کیا میں اس سے صلہ رحمی کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی ماں سے صلہ رحمی کرو۔"[1]

سابعا: یقیناً نیکی، احسان اور انصاف ہر اس شخص کا حق ہے جو مسلمانوں سے نہیں لڑتا یا ان کے خلاف کسی کی مدد نہیں کرتا بلکہ لڑائی کرنے والے کے ساتھ بھی نیکی کرنا اور احسان کرنا جائز ہے اس حد تک کہ یہ اسے مسلمانوں کے خلاف لڑائی اور ان کو تکلیف پہنچانے پر طاقتور نہ بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿8﴾ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰي اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿9﴾

"اللہ تمہیں ان لوگوں سے نہیں منع کرتا جنہوں نے نہ تم سے دین کے بارے جنگ کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا کہ تم ان سے نیک سلوک کرو اور ان کے حق میں انصاف کرو، یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو تمہیں ان لوگوں سے منع کرتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہیں نکالنے میں ایک

---

[1] (بخاری :3183، 2620، 5978، مسلم:1003)

دوسرے کی مدد کی کہ تم ان سے دوستی کرو اور جو ان سے دوستی کرے گا تو وہی لوگ ظالم ہیں‘‘[1]

بلاشبہ عدل وانصاف تو ہر ایک کا حق ہے اور ہر ایک کے لئے فرض و واجب ہے حتیٰ کہ اس شخص سے بھی عدل کرنا واجباًاس کا حق ہے جس سے ہم حق کے ساتھ بغض رکھتے ہیں، مثلاً؛ کفار سے جو ہم سے دشمنی کرتے ہیں اور ہم سے لڑائی بھی کرتے ہیں۔

اس مسئلے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاۗءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓي اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭاِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭاِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿8﴾[2]

’’اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر خوب قائم رہنے والے، انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنادے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو، یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کرتے ہو‘‘

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿190﴾[3]

---

[1] ۔ (الممتحنہ :9،8)

[2] ۔ (المائدہ:8)

[3] ۔ (البقرۃ:190)

”اللہ کے رستے میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی مت کرو ،بے شک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا“

اسی وجہ سے ہمارے لئے یہ جائز نہیں کہ جس شخص نے ہم سے خیانت کی ہم اس سے خیانت کریں کیونکہ خیانت اور دھوکہ دینا،عدل وانصاف سے نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[أدّالأمانة إلٰى من ائتمنك،ولا تخن من خانك]

”جب کوئی شخص تمہارے پاس امانت رکھوائے تو تم اس کی امانت ادا کرو اور جب کوئی شخص تم سے خیانت کرے تو تم اس سے خیانت نہ کرو“[1]

اسی طرح رسول اکرم ﷺ نے مظلوم کی بددعا سے ڈرایا ہے اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔آپ ﷺ نے فرمایا:

[اتقوا دعوة المظلوم،وإن كان كافراً، فإنه ليس دونها حجاب]

”تم مظلوم کی بددعا سے بچو ،اگرچہ وہ کافر ہو ،بات یہ ہے کہ اس کی دعا کی قبولیت کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں“[2]

غیر مسلموں کے ساتھ عدل کی فرضیت پر اسلام نے بہت زیادہ تاکید کی ہے اور عدل تو پھر ہر خوبی کی چوٹی ہے ان اخلاق اور آداب سے مسلمان، غیر مسلم سے پیش آئیں یہ اسلامی اخلاق وآداب سے ہیں۔ان کی کتاب اور ان کے نبی ﷺ کی سنت اسی چیز کا حکم

1۔ (الترمذی ، البیوع:1264،ابوداؤد:3529)

2۔ (احمد:153/3)

دیتی ہے اور یہ ہمیشہ سے اللہ کے دین سے ہیں۔ پس یہ بات ممکن ہی نہیں کہ یہ حکم اللہ کے دین میں ایک دوسرے حکم (یعنی الولاء والبراء) سے ٹکرائے یا متعارض ہو۔

ہاں یہ ممکن ہے کہ مسلمانوں میں سے بعض جاہلوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ان آداب اور الولاء والبراء میں تعارض ہے مسلمان کے لئے ان کو جمع کرنا ممکن نہیں پھر بعض لوگوں نے آداب کا خیال رکھتے ہوئے الولاء والبراء میں کوتاہی کر دی اور کچھ لوگوں نے اس طرح تطبیق دینے کی کوشش کی کہ الولاء والبراء میں غلو کر دیا اور آداب واخلاق میں کوتاہی کی طرف مائل ہو گئے حالانکہ اللہ کا دین تو بین بین ہے، (معتدل ہے) اس پر عمل کرتے ہوئے نہ غلو ہوتا ہے، اور نہ چھوڑتے ہوئے بے رخی ہوتی ہے۔

الولاء والبراء کے ساتھ ان آداب کا عدم تعارض کا بیان:

جب ہم چاہتے ہیں کہ یہ آداب اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوں اور شرعی طریقہ سے ہوں تو پھر ہم پر یہ لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کے رسول کے حکم کی اطاعت کو (کفار سے ان کے کفر کی وجہ سے بغض رکھتے ہوئے اور مسلمانوں کے خلاف غیر مسلموں کی مدد نہ کرتے ہوئے) لازم پکڑیں ہم ان آداب کو کفار سے محبت کرتے ہوئے نہیں بلکہ عدل وانصاف کو قائم کرنے کے لئے لازم پکڑتے ہیں جس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔

امام قرافیؒ نے ''کفار سے دوستی نہ کرنے کے حکم اور اہل السنہ سے نیکی واحسان کرنے کے حکم'' کے درمیان فرق کو بیان کرنے کے لئے ایک فصل باندھی ہے۔ انہوں نے اس بارے میں کہا: جب ذمیوں کے معاہدے کا معاملہ یہاں تک پہنچا ہوا ہے تو ہم پر

لازم ہو جاتا ہے کہ ہم ان کے ساتھ ہر اس طریقے سے نیکی کریں جس سے دلی مودۃ اور کفر کے شعائر کی تعظیم کرنا ظاہر نہ ہو رہا ہو اور جب یہ محبت و تعظیم ان دونوں میں سے کسی ایک تک بھی پہنچ جائے تو یہ کام ممنوع ہو جاتا ہے اور یہ کام (کفار سے نیکی کرنا) اس جہت سے ہو جاتا ہے جس سے (آیت کریمہ میں بھی اور اس کے علاوہ بھی) منع کیا گیا ہے۔ پھر انہوں نے کچھ باتیں ذکر کر کے اپنی بات کو مفصل بیان کیا ہے اور دیکھیں کہ امام قرافیؒ نے کئی جگہوں میں یہ بات مطلق بیان کی ہے کہ حرام تو دلی محبت ہے

حبّ قلبی غیر مسلموں کے ساتھ ہونا ایک ہی چیز نہیں ، کبھی یہ الولاء والبراء کو بنیادوں سے توڑ دیتی ہے اور ایسا کرنے والا صرف اسی کی وجہ سے کافر قرار دے دیا جاتا ہے ، کبھی یہ الولاء والبراء میں کمی کر دیتی ہے اور اسے توڑتی نہیں ، اس صورت میں یہ ایسی معصیت ہے جو ایمان کو کم کرتی ہے ، ایمان کی نفی نہیں کرتی اور کبھی یہ کمال ایمان اور عقیدہ الولاء والبراء کو بالکل متاثر نہیں کرتی کیونکہ یہ اس وقت مباح امور میں سے ہوتی ہے ایسی حب قلبی جو الولاء والبراء کو توڑ دیتی ہے اور ایمان کی سرے سے ہی نفی کر دیتی ہے وہ کفار سے ان کے کفر کی وجہ سے محبت کرنا ہے۔

وہ حب قلبی جو تباہی کی حد تک تو نہیں پہنچتی لیکن ایمان کو کم کر دیتی ہے اور عقیدہ الولاء والبراء رکھنے والے کی کمزوری کو واضح کرتی ہے۔ یہ محبت وہ ہے کہ کسی مسلمان یا کافر سے اس کے فسق یا نافرمانی کی وجہ سے محبت کی جائے۔ یہ گناہ ہے اس میں کوئی شک نہیں لیکن یہ کفر کے درجہ تک نہیں پہنچتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایمان کی اصل کے منافی نہیں

کیونکہ مسلمانوں میں ہمیشہ ایسا شخص ضرور رہا ہے جو معاصی کو پسند کرتا ہے اور اس کا مرتکب بھی ہوتا ہے پھر اہل السنہ میں سے کسی نے بھی اسے کافر قرار نہیں دیا۔ یہ محبت کبھی کبیرہ گناہوں میں سے ایک بہت بڑا گناہ ہوتی ہے اور کبھی ایسا نہیں ہوتا، یہ محبوب اور اس کی معصیت کے مطابق ہوتا ہے۔

جس شخص نے کسی سے اس کے کبائر کے مرتکب ہونے کی وجہ سے محبت کی تو یہ کبیرہ گناہ ہے اور جس نے کسی سے اس کے صغائر کے مرتکب ہونے کی وجہ سے محبت کی تو یہ بھی گناہ ہے لیکن اس کے صغیرہ ہی کی طرح ہے، اس سے زیادہ نہیں۔ یہ بحث بالکل واضح ہے اصل مقصد اللہ کی توفیق سے بیان کردیا گیا ہے۔

وہ محبت جو مباح ہے وہ طبعی محبت ہے اور یہ گزشتہ اقسام سے مختلف ہے، مثلاً: والد کا اپنے کافر بچے سے محبت کرنا، یا بچے کا اپنے کافر والدین سے محبت کرنا، یا آدمی کا اپنی کتابیہ (اہل کتاب) بیوی سے محبت کرنا، یا آدمی کا اس شخص سے محبت کرنا جس نے اس پر احسان کیا ہو خواہ وہ کافر ہو تو یہ محبت مباح ہے جب تک یہ کافروں سے ان کے کفر کی وجہ سے، فاسقوں سے ان کے فسق کی وجہ سے اور نافرمانوں سے ان کی نافرمانی کی وجہ سے بغض کو متاثر نہ کرے لیکن جب یہ محبت اس بغض رکھنے میں اثرانداز ہو تب یہ سابقہ دو قسموں میں سے ایک قسم بن جاتی ہے جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

کافر سے طبعی محبت ایمان کو متاثر نہیں کرتی اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ اس شرط کے ساتھ مباح ہے جس کا آگے ذکر آنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کے حالت کفر میں مرتے وقت آپ ﷺ کی حالت کے بارے میں فرمایا:

﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ﴿56﴾﴾[1]

''بے شک تو ہدایت نہیں دے سکتا جسے تو دوست رکھے اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے''

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی اپنے کافر چچا سے محبت کو برقرار رکھا اور اس محبت پر کوئی ڈانٹ نہیں پلائی اور نہ ہی اس پر ملامت کی تو اس سے واضح ہو گیا کہ یہ محبت کمال ایمان کے منافی نہیں اور یہ کیونکر مخالف ہو سکتی ہے جبکہ یہ کام دنیا کے اکمل الایمان آدمی نے بھی سرانجام دیا ہے۔

---

[1] ۔ (القصص:56)

پانچویں بحث

عقیدہ الولاء والبراء میں غلو کے مظاہر اور اس کی ان سے برأت :

الولاء والبراء میں غلو کی دو صورتیں ہیں۔

1 حد سے تجاوز کرنے میں غلو۔

2 کوتاہی کرنے میں غلو۔

حد سے تجاوز کرنے میں غلو کے مظاہر:

اس کے دو نمایاں مظہر ہیں۔

پہلا مظہر: الولاء والبراء میں تکفیر کی شرائط کو نہ سمجھنے کے سبب ان ظاہری اعمال کی وجہ سے تکفیر کرنا (کافر قرار دینا) جو الولاء والبراء کے واجبات کے مخالف ہیں۔

پیچھے گزر چکا ہے کہ الولاء والبراء میں دل سے عمل کا ہونا تکفیر کی شرط ہے مثلاً: کافر سے اس کے کفر کی وجہ سے محبت یا مسلمانوں کے دین کے خلاف کفار کے دین کی مدد کرنے کی تمنا کرنا کفر ہے رہی بات صرف عملی مدد کی، جو مسلمانوں کے خلاف کفار کے لئے ہو تو اس اکیلی (عملی مدد) سے کافر قرار دینا ممکن نہیں،اس احتمال کی وجہ سے کہ یہ کرنے والا ہمیشہ دین اسلام سے محبت اور اس کی مدد کرنے کی دلی تمنا اور خواہش رکھتا

ہو۔ لیکن اس کے ایمان کی کمزوری نے اسے ایسا بنادیا کہ وہ دنیاوی معاملے اور مصلحت کو آخرت پر مقدم رکھتا ہے اس بات کی دلیل حاطب بن أبی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے۔

" انہوں نے کفار مکہ کو چوری چوری خط لکھا اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے ارادے کی خبر کردی کہ وہ آپ لوگوں سے جنگ کریں گے اس کا نبی ﷺ کو علم ہو گیا تو آپ ﷺ نے اس عورت سے خط لانے کے لئے صحابہ کو بھیجا جو کفار کو پہنچانے جارہی تھی اور حاطب رضی اللہ عنہ کو بلایا، اور اسے فرمایا: (اے حاطب! یہ کیا ہے ؟) انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھ پر جلدی نہ کیجیے، میں قریش کے ساتھ رہتا تھا (ان کے حلیف تھے، ان میں سے نہیں تھے) آپ کے پاس جتنے مہاجرین موجود ہیں ان کے وہاں رشتہ دار موجود ہیں جو ان کے گھر بار اور اموال کی حفاظت کرتے ہیں۔ میں نے سوچا، قریشیوں کے ساتھ میری رشتہ داری تو نہیں چلو ان پر کوئی احسان ہی کر دیتے ہیں جس کی بناء پر وہ میرے رشتہ داروں کی حفاظت کریں اور میں نے یہ کام مسلمان ہونے کے بعد، نہ کفر کو پسند کرتے ہوئے کیا اور نہ ہی دین سے ارتداد اختیار کرتے ہوئے کیا ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا: (سچ کہا ہے) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دیجیے، اے اللہ کے رسول ﷺ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: یقیناً یہ بدری ہے اور تجھے

نہیں پتا۔۔۔امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بدریوں کو معاف کر دیا ہو اور فرمایا ہو: تم جو مرضی عمل کرو تحقیق میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے“[1]

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے صراحت کرتے ہوئے فرمایا:

”حاطب بن أبی بلتعہؓ سے جو کام سرزد ہوا وہ گناہ ہے کفر نہیں“[2]

اس حدیث سے یہ پتہ چلا کہ عملی نصرت گناہ ہے لیکن خالی اسی کا ہونا کفر نہیں کیونکہ حاطبؓ سے جو سرزد ہوا وہ مدد تھی محبت نہیں تھی اس کے باوجود اس نے اسے کافر نہیں بنایا کیونکہ یہ اسلام کے خلاف کفار کے دین کی مدد کی تمنا کی بناء پر نہیں تھی۔

اسی طرح سھل بن بیضآء کی حدیث ہے، یہ مکہ میں مسلمان ہوئے، اور اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا پھر مشرکین کے ساتھ بدر میں بھی نکلے اور قید ہو گئے نبی ﷺ نے فرمایا:

[لاینفلتن منهم أحد إلا بفداء أو ضربه عنق]

”ان میں سے کوئی فدیہ دے کر یا پھر قتل ہوئے بغیر جانے نہ پائے۔“

توابن مسعودؓ نے فرمایا:

[یا رسول الله، إلا سهل بن بیضاء، فإنی قد سمعته یذکر الإسلام فقال رسول اللهﷺ بعدسکتة: إلا سهل بن بیضاء]

---

1. (البخاری ۔الجهاد والسیر:2845)
2. (مجموع الفتاویٰ:5227،523)

اے اللہ کے رسول ﷺ! سوائے سھل بن بیضآء کے، بلاشبہ میں نے اسے سنا ہے وہ اسلام کا ذکر کیا کرتا تھا تو نبی ﷺ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولے : سوائے سھل بن بیضآء کے "[1]

دوسرا مظہر : کفار سے برأت کرتے ہوئے غلط تطبیق۔

یہ ذمیوں اور معاہدوں کے خون یا ان کے اموال یا ان کے معاملات کو مباح سمجھنے کی طرح ہے بغیر کسی سبب کے جو اسے جائز قرار دے، صرف اس دعوے کی بناء پر کہ یہ سختی الولاء والبراء کا تقاضا ہے باوجودیکہ ان ذمیوں، معاہدوں کے ساتھ نرمی وشفقت کا حکم دیا گیا ہے بشرطیکہ اس سے مسلم پر کافر کی برتری نہ ظاہر ہو۔ جیسا کہ گزر چکا ہے

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اس کام (خون کو مباح سمجھنا، سختی اور تشدد کرنا) کا الولاء والبراء سے کوئی تعلق نہیں بلکہ (البراء) ان کاموں سے بری اور بیزار ہے۔ عقیدہ الولاء والبراء کی رواداری کا بیان اور شارع کا ان غیر محارب کفار کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے کا حکم اور محارب کے ساتھ عدل کرنے کے حکم کے ساتھ، عدم تعارض کا بیان گزر چکا ہے۔

اس مظہر میں غلو کرنے والے دو کاموں میں سے ایک کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں اور ان دونوں کاموں میں اصل بات یہی ہے کہ انہوں نے اس مسئلے کو صحیح طریقے سے سمجھا ہی نہیں اور اس کو سمجھنے میں کمزور رہے۔ وہ دونوں یہ ہیں۔

---

[1] (الترمذی تفسیر القرآن :3084،احمد:384/1)

الاول: عقیدہ الولاء والبراء کی وضاحت کے ساتھ قرآن وسنت کے دلائل کا مطالعہ نہ کرنا حالانکہ (دلائل) نے اخلاق وآداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے غیر مسلموں کے ساتھ معاملہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ ایک پہلو کو اختیار کر لیتے ہیں اور دوسرے پہلو کو چھوڑ دیتے ہیں اور اس کو پیچیدہ سمجھتے ہیں یہ ان کو البراء کی غلط تطبیق کی طرف لے جاتی ہے اس پر ان کا دین ان کو برقرار نہیں رکھتا کیونکہ وہ بغیر قوائد وضوابط کے چل رہے ہیں۔

الثانی: مصالح اور مفاسد کا خیال نہ رکھنا کیونکہ نقصان کو دور کرنا، فائدہ حاصل کرنے پر مقدم ہے، چاہے دو نقصان دہ چیزوں میں سے زیادہ سخت نقصان والی چیز کو کم نقصان والی چیز سے دور کیا جائے۔

مصالح اور مفاسد کو سمجھنا فقہ الاسلامی کے مسائل میں سے بہت عظیم مسئلہ ہے بلکہ ساری شریعت ہی اسی بارے میں ہے اسی وجہ سے اس کو جاننا اور اس مسئلہ کی صحیح تطبیق کرنا سارے لوگوں کا کام نہیں صرف علماء، اللہ والے، اللہ تعالیٰ کے دین میں فقاہت وبصیرت رکھنے والے ہی اس مسئلے کو سمجھ سکتے ہیں۔ اس مظہر کے غلو کرنے والوں کی کم علمی ان سے اس چیز کے ظہور کی وجہ سے ہے کہ مسلمان آج کے دن بڑی کمزور حالت میں زندگی بسر کر رہے اور غیروں کا نشانہ بنے ہوئے ہیں مال ودولت کے لالچ، انکی بیداری اور ان کا اپنی پرانی بزرگی کی طرف لوٹ جانے کے خوف سے اور کوئی شک نہیں کہ اس کمزور حالت کے لئے ایسے احکام اور عذر موجود ہیں جو اسلام اور اہل اسلام کی غلبہ والی حالت کے

نہیں، اس لئے یہ بات صحیح نہیں کہ ہم کمزور سے اس چیز کا مطالبہ کریں جس کا ہم غالب، زبردست غلبے والے سے اپنے دشمن کے لئے مطالبہ کرتے ہیں۔

کوتاہی کرنے میں غلو کے مظاہر:

الاول: عقیدہ الولاء والبراء کے ساتھ جھگڑنا اور اس کے بالکل ہی ختم کر دینے کے مطالبے کرنا، اس دلیل کی بناء پر کہ یہ دوسروں کے لئے بری ثقافت کی بنیاد ہے غلو اور انتہا پسندی کی آگ کو بھڑکانا ہے اور یہی لوگ اگر اس الولاء والبراء کا ارادہ کریں جو ان آیات اور احادیث نبویہ میں وارد ہوا ہے، امت کا اس پر اجماع ہے اور وہ دین کے ایسے امور سے ہے جن کا جاننا لازمی وضروری ہے تو ہمارا ان سے بالکل جھگڑا ہے ہی نہیں۔ ہم تو انہیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں جب وہ اسے قبول کر لیں اور اسلام میں داخل ہو جائیں تو ان کے دل اس وقت شرعی الولاء والبراء سے لبریز ہو جائیں گے اور وہ اس سے زیادہ کسی کے محتاج نہیں کیونکہ اسکا (الولاء والبراء کا) تعلق ایمان کی اصل سے ہے (جیسا کہ ہم نے اسے بیان کر دیا ہے)

اگر الولاء والبراء سے غلط مفہوم سمجھیں جو اس میں حد سے تجاوز کرنے میں غلو کے مظاہر میں سے ایک ہے تو یہ انصاف نہیں کہ صحیح العقیدہ کو اس میں خطاکاروں کی خطا کے جرم کا بوجھ اٹھوایا جائے اور نہ ہی ہم ان کے غلو کا دوسری طرف غلو کے ساتھ مقابلہ کریں۔

<u>الثانی:</u> کفار کی عادات اور ان کی تقالید کو مسلمانوں میں رائج کر کے صحیح اور شرعی الولاء والبراء کے مظاہر سے جھگڑنا۔

تحقیق قرآن و سنت کا بہت سا حصہ عقیدہ الولاء والبراء کی نصوص پر مشتمل ہے اللہ تعالٰی نے بہت سے احکام کو ہمارے لئے شریعت قرار دیا ہے جو کفار سے مشابہت سے ممانعت پر بلکہ ان کے ساتھ مخالفت کے حکم پر مبنی ہیں اسی طرح اور بہت زیادہ نصوص ہیں موجودہ اور گزشتہ علماء نے اس پر بہت سی کتابیں تحریر کی ہیں۔

یہ احکام الٰہی صرف مسلمانوں کے دل میں کفار سے برأت کو پختہ کرنے کی غرض سے ہیں اس طرح کہ یہ عقیدہ جب زندگی میں نہ ہو تو پھر کھوکھلی فکروں اور لا متناہی و بے مقصد خیالات کے علاوہ کچھ نہیں ہوگا۔

پس الولاء والبراء کے مظاہر کی صحیح تطبیق ہی شریعت ہے اسے لازم پکڑتے ہوئے اور عمل کیے بغیر کوئی راہ فرار نہیں اور اگر ایسا نہ کیا تو پھر ہم ان یہودیوں کی طرح ہیں جو بعض کتاب کے ساتھ ایمان لاتے ہیں اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔

ایک مسلمان یہ بات کیسے پسند کرتا ہے کہ اس کا معاشرہ دوسرے معاشروں میں گھل مل جائے وہ اپنی تہذیب و ثقافت اور تاریخ سے نکل جائے، کیا یہی اپنی امت سے انصاف ہے یا دشمنوں کے ایجنٹ ہونے کی دلیل ہے۔؟

اختتام

بحث کے اہم نتائج:

1 الولاء والبراء کی تعریف: اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ، اس کے دین اور مسلمانوں سے محبت کرنا اور ان کی مدد کرنا۔ طاغوت[1] اور کافروں سے بغض اور دشمنی رکھنا۔

2 اس عقیدہ پر قرآن وسنت سے قطعی دلائل ونصوص موجود ہیں اور اس پر امت کا اجماع بھی ہے۔

3 عقیدہ الولاء والبراء ایمان کی بنیاد سے جڑا ہوا ہے ولاء اور براء کے بغیر ایمان رہتا ہی نہیں اور اس کے بغیر تو اسلام اور مسلمانوں کا وجود بھی ممکن نہیں۔

---

[1]۔ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب فرماتے ہیں "ہر وہ شخص جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہو اور وہ اپنی اس عبادت پر راضی ہو، چاہے وہ معبود بن کر ہو، پیشواہ بن کر ہو یا اللہ یا اس کے رسول کی اطاعت سے بے نیاز، واجب اطاعت بن کر ہو، طاغوت کہلاتا ہے۔ (الجامع الفريد :256)

4 الولاء والبراء مسلمانوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر دین اور مذہب کے متبعین کے لئے کچھ کے ساتھ ولاء اور اپنے مخالفوں سے براءت وبیزاری رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

5 الولاء والبراء ایک فطرت ہے جس پر سب انسانوں کو جوڑا گیا ہے۔ جب تک لوگوں میں عقائد و مناہج کا اختلاف ہے تب تک اس کا زمین پر باقی رہنا ضروری ہے۔

6 الولاء والبراء جب اسلام سے ہے تو اسے رواداری، نرمی، میانہ روی کے رنگ میں رنگنا ضروری ہے۔

7 الولاء والبراء اصلی کافر کے لئے اپنے دین پر آزادی سے رہنے کے معارض ہے اور نہ ہی حرم کے علاوہ کسی بھی مسلمان ملک میں نقل مکانی کی آزادی کے معارض ہے۔اور نہ ہی دائمی رہائش اختیار کرنے کے، جزیرہ العرب کے علاوہ، کسی بھی مسلم ملک میں اور نہ ہی یہ ذمیوں اور معاہدوں کے خون، انکے اموال اور انکے عزت واکرام کی حرمت کے معارض ہے جو دین نے بیان کی ہے۔ نہ یہ ان کے بارے وصیت کے ساتھ اور نہ ہی یہ انکے معاملات میں نرمی کرنے کے معارض ہے(اس شرط کے ساتھ کہ یہ نرمی و شفقت مسلم پر کافر کی برتری کو ظاہر نہ کرے)نہ یہ کافر رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کے معارض ہے اور نہ ہی جنگ کرنے والے (محارب) کے ساتھ عدل وانصاف کے معارض ہے۔

8 الولاء والبراء کا عقیدہ ایسا نہیں جس سے مسلمان شرمندہ ہوں بلکہ یہ تو عین عادلانہ مطالبہ ہے کوئی بھی دین جو اپنے متبعین کے لئے عزت و غلبہ چاہتا ہو وہ اسے اپنا عقیدہ اور منہج بنالیتا ہے۔

9 الوالاء والبراء میں غلو کرنا ایسی غلطی ہے کہ جس کا صرف مسلمانوں کے ساتھ ہی خاص تعلق نہیں بلکہ یہ ظاہری سی بات ہے کہ اس سے کوئی بھی انسانی معاشرہ نہیں بچا، چاہے اسکا تعلق کسی بھی دین یا مذہب سے ہو۔

10 الولاء والبراء میں جو حد سے تجاوز کرنے میں غلو کرنے والے ہیں ان کے غلو کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے تکفیر کی شرائط کو سمجھا ہی نہیں اور انہیں غیر مسلموں کے ساتھ معاملہ کرنے میں البراء کے شرعی ضوابط کا علم نہیں ہے۔

11 کوتاہی کرنے میں غلو کرنے والے لوگوں کا معاملہ یہ ہے کہ یا ان کے دلوں میں ایمان نہیں یا وہ الولاء والبراء کی شرعی اور صحیح حقیقت سے ناواقف ہیں یا وہ مغرب کے سامنے نفسیاتی شکست کے تحت دب گئے ہیں۔

نصائح

کچھ اہم باتیں:

1 ''عقیدہ الولاء والبراء'' کو مسلمانوں میں اکمل طور پر پختہ کرنا واجب ہے کیونکہ اس کے بغیر مسلمانوں کی بقاء نہیں ہوسکتی سو یہ توان کے دوسرے ادیان میں حل ہو جانے سے امان کی چار دیواری ہے۔

2 ''الولاء والبراء'' کی حقیقت کا مسلمانوں کو سمجھنا واجب ہے کہ یہ غیر مسلموں کے ساتھ شرعی ضابطہ ملحوظ رکھتے ہوئے، معاملے میں شفقت اور نرمی کے معارض نہیں۔

3 ''الولاء والبراء'' کے اسلامی رواداری، رحمدلی وفیاضی اور اعتدال پسندی سے معارض نہ ہونے پر تاکید کی ضرورت ہے اور مختلف ذرائع ابلاغ سے اس کو نشر کرنا ضروری ہے۔

4 ''الولاء والبراء'' کی حقیقت کی بناء پر مغرب کا مقابلہ کرنا لازمی ہے اور اس میں کوئی ایسی چیز نہیں جس سے مسلمان شرمندہ ہوں۔

5 براءت کے اس مفہوم کو پختہ کرنا کہ یہ عقیدہ کافروں سے بریٔ الذمہ اور بیزار ہونا ہے نہ کہ ان پر ظلم زیادتی کرنا مقصود ہے۔

ہٰذا ماعندی واللہ اعلم بالصواب

والحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ واصحابہ ومن والاہ

کتبہ /د۔الشریف حاتم بن عارف العونی